فقہی قاعدہ ''الضرر یزال'' کی توضیح اور تطبیقات

The Interpretation and Coincidence of the Fiqhī rule "*Al-Ḍararu Yudhālu*"

*محمد مدنی

Abstract

Islām is a religion of mercy, convenience and gentleness, so gentleness, convenience and ease are reserved for the humanity in the rules of Sharīʿah. One of the most basic and important branches of Islāmic jurisprudence is the rules of jurisprudence or the general rules in which the jurists have collected the rules of jurisprudence derived from the Qur'ān and Sunnah. In the light of these accepted rules, the problems are addressed, and the said rules are applied which are very helpful in problem solving and inference. One of these rules is "*Al-Ḍararu Yudhālu*" which is related to ease and gentleness in the rules. This article discusses the explanation and practical application of this rule.

Keywords: *Al-Ḍarar Yudhal*, convenience, gentleness, jurisprudence.

ہر علم و فن کے ماہرین اس علم کے کچھ قواعد وضوابط مقرر کرتے ہیں تاکہ اس علم کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ اسی طرح علمائے فقہ نے قرآن و سنت اور اجتہاداتِ صحابہ میں طویل غور و فکر کے بعد فقہ کے لیے بھی قواعد مقرر کیے ہیں جنھیں قواعد فقہیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی بدولت فقہ کے مسائل سمجھنے میں اور ضبط کرنے میں بہت آسانی پیدا ہو جاتی ہے، ایک قاعدہ کے تحت کثیر تعداد میں جزئیات ہوتی ہیں، ان سب کا یاد کرنا مشکل ہوتا ہے، لیکن ایک قاعدہ کے یاد کر لینے سے ان سب کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔

فقہی قاعدہ دراصل ایک فقیہ کے طویل غور وخوض اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ فقہ کے مختلف مسائل میں غور و فکر اور موازنہ کرنے کے بعد ایک وجہ مشترک تلاش کی جاتی ہے اور یہی وجہ مشترک فقہی قاعدہ بن جاتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی قواعد فقہیہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلم ان فن الاشباه والنظائر فن عظيم به يطلع على حقائق الفقه ومداركه، ومآخذه واسراره،ويتمهر فى فهمه واستحضاره، ويقتدر على الالحاق والتخريج، ومعرفة احكام المسائل التى ليست بمسطورة،

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور۔

والحوادث والوقائع التی لاتنقضی علی ممر الزمان، ولهذا قال بعض اصحابنا: الفقه معرفة النظائر"۔[1]

خوب سمجھ لیں کہ فن اشباہ والنظائر (علم القواعد الفقہیہ) ایک عظیم علم ہے، اسی کے ذریعے فقہ کے حقائق و مدارک کا علم ہوتا ہے اور اس کے مآخذ و اسرار تک رسائی ہوتی ہے۔ اسی علم کی بدولت فقہ کے فہم اور استحضار میں مہارت پیدا ہوتی ہے، الحاق اور تخریج کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، نت نئے مسائل و حوادث جو سابقہ کتبِ فقہ میں موجود نہیں ہوتے اور ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں، ان کا حکم بھی اس علم کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمارے بعض اصحابِ فقہ نے فرمایا: فقہ نظائر کی معرفت کا نام ہے۔

اسی طرح علامہ زرکشی قواعد فقہیہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهذه القواعد تضبط للفقيه اصول المذهب وتطلعه من مآخذ الفقه على نهاية المطلب وتنظم عقده المنثور فی سلك وتستخرج له مايدخل تحت سلك۔ [2]

یہ قواعد ایک فقیہ کے لیے فقہی مذہب کے اُصول منضبط کر دیتے ہیں، مآخذ فقہ پر پوری باریک بینی کے ساتھ اسے مطلع کرتے ہیں، فقہ کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں اور اس کے سامنے وہ مسائل نکال دیتے ہیں جو کسی ایک لڑی میں منسلک ہو سکتے ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ قواعد فقہیہ کا علم ایسا عظیم فن ہے جس سے فقہ کے متعدد اور بکھرے ہوئے مسائل مختصر اور مستحکم عبارت کے اندر جمع ہو جاتے ہیں اور اس علم کی بدولت علم فقہ ایک منضبط شکل میں سامنے آتا ہے، احکام اور علل باہم مربوط ہو جاتے ہیں، مسائل کا یاد کرنا آسان ہو جاتا ہے اور نسیان کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔

قواعد فقہیہ کی نوعیت

قواعد فقہیہ کی مختلف انواع ہیں، کچھ تو وہ قواعد ہیں جو فقہ کے تقریباً تمام ابواب کو شامل ہیں، کچھ وہ ہیں جو اکثری ہیں اور کچھ وہ ہیں جو فقہ کے کسی خاص باب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وہ قواعد جو فقہ کے تمام ابواب کو شامل ہیں اور جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ پوری فقہ ان پر مبنی ہے، اُن کی تعداد پانچ ہے۔[3] انھیں قواعد خمسہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ وہ پانچ بنیادی قواعد درج ذیل ہیں:

1. الامور بمقاصدها۔[4]

---

1 السیوطی، الاشباہ والنظائر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۳ء)، ص: ٦

2 زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر شافعی، المنثور فی القواعد (شرکۃ دار الکویت للصحافۃ، طبع دوم، ۱۹۸۵ء)، ج ۱، ص: ٦٦

3 السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص: ۷

4 السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص: ۸؛ ابن نجیم، مصری، الاشباہ والنظائر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۹ء)، ص: ۲۳

2. اليقين لايزول بالشك۔[5]
3. المشقة تجلب التيسير۔ [6]
4. الضرريزال۔ [7]
5. العادة محكمة۔[8]

ارکانِ اسلام کی تعداد بھی پانچ ہے تو اِس مناسبت سے ان بنیادی قواعد فقہ کے لیے بھی پانچ کا عدد فقہا کے ہاں خاصہ مقبول ہوا۔[9] امام جلال الدین سیوطی مذکورہ پانچ قواعد کو پورے علم فقہ کی بنیاد قرار دینے کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''علامہ تاج الدین سبکی کے قول کے مطابق اِن پانچ قواعد کو پورے علم فقہ کی بنیاد قرار دینا محض تکلف اور زبردستی ہے، مثلاً قاعدہ 'الامور بمقاصدها' اپنے نتائج کے اعتبار سے دوسرے قاعدے 'اليقين لايزول بالشك' کے مفہوم میں شامل ہے۔ اس سے بھی ایک قدم اور آگے قاضی عزالدین بن عبدالسلام نے صرف دو چیزوں کو پورے علم فقہ کی بنیاد قرار دیا ہے:

الف: جلب مصالح

ب: دفع مفاسد

جب کہ اگر غور کیا جائے تو دفع مفاسد بھی دراصل مصالح و مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے، اس لیے ان دونوں کو الگ الگ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصلحت کا حصول ہی سارے علم فقہ کی بنیاد ہے۔ اس بنا پر اگر دیکھا جائے تو مذکورہ بالا پانچ قواعد میں سے کوئی قاعدہ پورے علم فقہ کی بنیاد بن سکتا ہے تو وہ ہے 'الضرر یزال' یعنی ضرر اور نقصان کو ختم کیا جائے گا''۔[10]

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ قواعد خمسہ میں سے اہم ترین اور جامع قاعدہ 'الضرر یزال' ہے، اسی بنا پر راقم الحروف نے اپنے اس مقالہ کے موضوع کے لیے مذکورہ قاعدے کا انتخاب کیا۔

---

5 مصدر سابق، ص: ۵۰؛ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۴۹

6 السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص: ۷۶

7 السیوطی، الاشباہ، ص: ۸۳؛ ابن نجیم، الاشباہ النظائر، ص: ۶۴

8 السیوطی، الاشباہ، ص: ۸۹؛ ابن نجیم، الاشباہ، ص: ۷۹

9 محمود غازی، ڈاکٹر، قواعد کلیہ، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۱۹۹۲ء) ص: ۵۶

10 السیوطی، الاشباہ، ص: ۸

زیر بحث قاعدہ کا ماخذ

'الضرر یزال' یہ قاعدہ دراصل اس معروف حدیث نبوی سے ماخوذ ہے جسے جمہور اہل علم نے نقل کر کے اس سے استدلال بھی کیا ہے۔ اس حدیث کا سب سے عمدہ طریق مستدرک حاکم میں موجود ہے جو درج ذیل ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لاضرر ولاضرار، من ضار ضاره الله ومن شاق شاق الله علیه۔[11]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا: نہ تو ابتداءً کسی کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ نقصان کے بدلے میں حد سے بڑھ کر کوئی مزید نقصان پہنچایا جائے، جو شخص کسی کو نقصان میں ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نقصان و تکلیف میں ڈال دیتے ہیں، اور جو شخص کسی کو مشقت میں ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈال دیتے ہیں۔

مذکورہ حدیث کا آخری جملہ صحیح بخاری[12] میں بھی موجود ہے۔ نیز یہ حدیث موطا امام مالک،[13] سنن ابن ماجہ[14] اور سنن دار قطنی[15] میں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ امام ابن الصلاح اِس حدیث کی اسنادی حیثیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

امام دار قطنی نے اِس حدیث کو متعدد طرق سے روایت کیا ہے جن کا مجموعہ اِس حدیث کی سند کو تقویت دیتا ہے اور اسے حسن کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ جمہور اہل علم نے اِس حدیث کو نقل بھی کیا ہے اور اِس سے استدلال بھی کیا ہے۔ امام ابو داؤد سے مروی ہے کہ فقہ کا دار و مدار پانچ احادیث پر ہے اور مذکورہ حدیث کو انھوں نے ان پانچ احادیث میں شمار کیا ہے۔[16]

مذکورہ حدیث کے علاوہ زیر بحث قاعدہ کی متعدد قرآنی آیات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ:

حدیث 'لاضرر ولاضرار' اگرچہ دلائل ظنیہ میں سے ہے، لیکن اس کا معنی اسلام کا ایک قطعی اصول ہے۔ اس لیے

11 الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، (لبنان: دار الکتاب العربی)، ج ۲، ص: ۵۷

12 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب ۹، حدیث نمبر ۷۱۵۲۔

13 مالک، الموطا، (الکویت: جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، ۱۹۹۸ء)، ج ۲، ص: ۳۷۵

14 ابن ماجہ، السنن، (ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء)، کتاب الاحکام، باب ۱۷، حدیث نمبر ۲۳۴۰۔

15 دار قطنی، السنن، ج ۴، ص: ۲۲۸

16 المناوی، فیض القدیر، (بیروت: دار المعرفت)، ج ٦، ص: ۴۳۲

کہ پوری شریعت میں چاہے مسائل جزئیہ ہوں یا قواعد کلیہ ضرر اور ضرار کی ممانعت بدیہی طور پر ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا﴾۔[17] [اور اِس نیت سے ان کو (نکاح میں) نہ رہنے دینا چاہئے کہ انھیں تکلیف دو اور ان پر زیادتی کرو۔] نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾[18] [اور اُن کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو] نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا﴾[19] [نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے۔][20]

یعنی بقول امام شاطبیؒ مذکورہ تمام آیات میں ضرر اور ضرار کی ممانعت ہے اور یہی اس قاعدہ کا مفہوم ہے۔

ضرر کا معنی و مفہوم

لغوی مفہوم

عربی زبان میں اَلضُّرُّ بالضم اور اَلضَّرُّ بالفتح دونوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ امام زہری فرماتے ہیں:
انسانی بدن میں کوئی بدحالی ہو، فقر ہو یا کوئی تکلیف ہو تو وہ اَلضُّرُّ بالضم ہے، اور فتح کے ساتھ ضرر نفع کی ضد ہے، اسی طرح ضرر فعل واحد ہوتا ہے اور ضرار دو طرفہ عمل کا نام ہے، پس دوسرے کو مطلقاً نقصان پہنچانے کا نام ضرر ہے اور ضرر کے بدلے میں ضرر پہنچانا ضرار ہے۔ اور بعض حضرات نے حدیث کے جملہ 'لا ضرر ولا ضرار' کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو نہ ابتداءً نقصان پہنچائے اور نہ بدلے کے طور پر۔[21] یعنی ضرر نفع کی ضد ہے۔ ضرر کا معنی ہے: 'الحاق مفسدة بالغير مطلقا' کہ کسی بھی شخص کو مفسدہ و نقصان پہچانا۔

ضرر کا اصطلاحی مفہوم

ضرر کے لغوی معنی تکلیف یا نقصان کے ہیں اور اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ معمولی ذہنی صدمہ اور معمولی جسمانی تکلیف سے لے کر ہلاکت، شدید جسمانی عارضہ، مالی نقصان اور حیثیت عرفی میں کمی تک ہر قسم کے نقصان اور الم کو ضرر کہہ سکتے

---

17 البقرہ۲:۲۳۱

18 الطلاق۶۵:۶

19 البقرہ۲:۲۳۳

20 الشاطبیؒ، الموافقات فی اصول الاحکام، (الشاطبیؒ، طبع، صبیح والمدنی)، ج۳، ص:۹-۱۰

21 الفیومی، المقری، احمد بن محمد بن علی، المصباح المنیر، (القاہرہ: دار المعارف)، ص:۳۶۰؛ لسان العرب، ج۸، ص:۴۴

ہیں۔[22]

زیر بحث قاعدہ کا شرعی مفہوم

گزشتہ سطور میں علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ دین کے پانچ اہم ترین بنیادی قواعد میں سے سب سے اہم اور جامع ترین زیر بحث قاعدہ ہے۔اور یہی وہ قاعدہ ہے جس کے بارے میں یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ قاعدہ پوری اسلامی فقہ کی بنیاد ہے، فقہ کے ہر باب میں یہ قاعدہ ملحوظ ہے۔ جہاں یہ قاعدہ ہر ضرر رساں عمل کی روک تھام کرتا ہے اور اگر کوئی ضرر رسانی کا ارتکاب کر دے تو اس پر مالی معاوضہ اور سزا کے نفاذ کے لیے موثر ہے تو وہاں جلبِ مصلحت اور دفعِ مضرت کے اصول استصلاح کی بھی بنیاد ہے۔ نیز فقہا کے ہاں نت نئے پیش آنے والے مسائل کے احکام معلوم کرنے میں یہ قاعدہ ایک معیار کا درجہ رکھتا ہے۔

ضرر دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ کوئی مصلحت فوت ہو رہی ہو، دوسری یہ ہے کہ کوئی مفسدہ یا نقصان لاحق ہو رہا ہو۔[23] لہذا ضرر کی تمام موجود اور ممکنہ صورتیں ختم کی جائیں گی اور وہ راستے بھی بند کیے جائیں گے جن سے مستقبل میں ضرر پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔

محمد صدقی البورنو لکھتے ہیں کہ یہ قاعدہ پوری صراحت کے ساتھ یہ بات بتا رہا ہے کہ ہر ضرر چاہے خاص ہو یا عام اس کا ازالہ لازمی ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وقوعِ ضرر سے پہلے ممکنہ احتیاطی تدابیر اختیار کر کے اس سے بچا جائے اور اگر ضرر واقع ہو جائے تو اس کے ازالہ کے لیے ہر ممکن اقدامات اٹھائے جائیں گے تاکہ اس کے اثرات بالکلیہ ختم ہو جائیں اور آئندہ وقوع کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ لہٰذا مجرموں پر سزاؤں کا نفاذ باوجودیکہ اس میں ان کا ضرر ہے، اس قاعدہ کے منافی نہیں، کیونکہ یہی عدل وانصاف کا تقاضا ہے تاکہ بڑے اور ضررِ عام سے بچا جا سکے۔[24]

زیر بحث قاعدہ پر مبنی ابواب فقہ

علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ ابن نجیم مصری حنفی نے درج ذیل ابواب فقہ کو اس قاعدہ پر مبنی قرار دیا ہے اور بعد والوں نے ان کی مثالوں سے وضاحت کی ہے اور اضافے بھی کیے ہیں۔

1۔ الرد بالعیب: خریدار کو ضرر سے محفوظ کرنے کے لیے عیب نکلنے کی صورت میں چیز واپس کی جا سکتی ہے۔

---

22 عبدالمالک عرفانی، ڈاکٹر، اسلامی نظریہ ضرورت، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء)، ص ۴۹۔

23 السدلان، دکتور صالح بن غانم، القواعد الفقہیہ الکبری، (ریاض: دار بلنسیہ، ۱۴۱۷ھ)، ص: ۴۹۷

24 محمد صدقی، البورنو، الوجیز، (لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۴ھ) ص: ۷۹

2۔ خیارات کی تمام اقسام:

3۔ تصرفات پر پابندی کی تمام صورتیں جنھیں حجر کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ جو شخص اپنے مال میں درست تصرف نہیں کر سکتا اس کے مال کا تحفظ ہو۔

4۔ شفعہ: شفعہ کی مشروعیت شریک کے لیے اس لیے ہے تاکہ وہ تقسیم کے ضرر سے محفوظ ہو جائے اور پڑوسی کے لیے اس لیے ہے تاکہ جار سوء (برے پڑوسی) کے ضرر سے محفوظ ہو جائے۔

5۔ قصاص: قصاص کی مشروعیت مقتول کے ورثا سے ضرر کے ازالہ کے لیے ہے۔

6۔ حدود: حدود کا مقصد معاشرے کو ضرر عام سے بچانا ہے۔ حدود و قصاص کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انتقام کا راستہ روکا جائے، کیونکہ انتقام در انتقام کی صورت میں ضرر بڑھتا چلا جاتا ہے، کم نہیں ہوتا۔[25]

7۔ کفارات: کفارات کا مقصد اسبابِ معصیت کا ازالہ ہے۔

8۔ ضمان اتلاف: دوسرے کی کوئی چیز تلف کر دی تو اس پر ضمان لازم ہو گا تاکہ دوسرے شخص کو ضرر سے بچایا جا سکے۔

9۔ ائمہ اور قضاۃ کا تقرر: ائمہ اور قضاۃ کا تقرر اس لیے کیا جاتا ہے کہ امتِ مسلمہ کو ضرر سے محفوظ کیا جائے، کیونکہ انھی کے ذریعہ حدود کا اجرا ہوتا ہے، جرائم کی روک تھام ہوتی ہے اور فساد کے راستے بند کیے جاتے ہیں۔

10۔ حملہ آور سے دفاع: کسی بھی حملہ آور کے مقابل میں اپنا دفاع کرنا تاکہ اپنی جان مال کا تحفظ کیا جا سکے۔

11۔ کفار و مشرکین سے جہاد و قتال کی مشروعیت: کفار و مشرکین سے جہاد و قتال کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے تاکہ اسلام غالب رہے اور دعوت اسلامیہ کے راستے میں رکاوٹوں کا خاتمہ ہو۔

12۔ فسخِ نکاح: شوہر کے معسر (انتہائی تنگ دست) ہونے کی وجہ سے فسخِ نکاح تاکہ زوجہ کو ضرر سے بچایا جا سکے۔[26]

ان کے علاوہ فقہ کے بے شمار ابواب ہیں جن کی مشروعیت میں دفعِ ضرر کا اصول کار فرما ہے۔

زیر بحث قاعدہ کی عملی تطبیقات:

اس قاعدے کی عملی مثالیں بہت زیادہ ہیں، یہاں وضاحت کے لیے ہم چند مثالیں پیش کریں گے:

1۔ ایک آدمی نے اپنے درخت کی شاخیں فروخت کیں، اب مشتری شاخیں کاٹنے کے لیے درخت پر چڑھتا ہے، جس سے ہمسایوں کے گھروں میں نظر پڑتی ہے تو مشتری پر لازم ہے کہ وہ ہمسایوں کو درخت پر چڑھنے سے پہلے بتائے تاکہ وہ پردہ

---

25 ابن نجیم، الاشباہ، ص: ۷۳

26 السدلان، القواعد الفقھیہ الکبری، ص: ۵۰۳

کرلیں، اور دن میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ وہ چڑھ سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اگر مشتری اس کے مطابق عمل کرے تو ٹھیک ہے ورنہ حاکم سے رجوع کرکے اسے درخت پر چڑھنے سے روک دیا جائے گا تاکہ ہمسایوں کو ضرر سے محفوظ کیا جائے۔[27]

2۔ حالتِ جنگ میں اگر کفار کچھ مسلمانوں کو پکڑ کر اپنے آگے بطور ڈھال استعمال کریں تو بھی کافروں پر حملہ کیا جا سکتا ہے، تاکہ دارالاسلام کے مسلمانوں کو ضرر عام سے بچایا جاسکے۔[28]

3۔ اگر کسی شخص کی دیوار عام راستے کی طرف جھکی ہوئی ہو اور اس کے گرنے کا خطرہ ہو تو اس کو گرایا جاسکتا ہے تاکہ ضرر عام سے بچا جائے۔[29]

4۔ اگر تاجر اشیا کے نرخ بہت زیادہ بڑھادیں تو حکومت وقت نرخنامہ مقرر کرسکتی ہے تاکہ ضررِ عام سے بچا جاسکے۔[30] جیسا کہ موجودہ زمانہ میں دیانت کا فقدان ہے، لہذا دنیا بھر میں حکومتیں نرخ نامے مقرر کرتی ہیں، یہ شرعاً مطلوب و درست ہے تاکہ عوام کو ضررِ مالی سے بچایا جاسکے۔

5۔ اگر کوئی شخص زرعی زمین کاشت کے لیے سال بھر کے اجارے پر لے اور فصل پکنے سے پہلے مدت اجارہ ختم ہو جائے تو فصل پکنے تک وہ زمین مستاجر کے پاس ہی رہنے دی جائے گی تاکہ اسے ضرر سے بچایا جاسکے اور مالک زمین کو اضافی مدت کی اجرتِ مثل دی جائے گی تاکہ اس کا بھی ضرر نہ ہو۔[31]

6۔ مذکورہ قاعدہ کی بنا پر ایسے افراد جن کی شہرت جرائم پیشہ کے طور پر ہو، انھیں قید کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ عدالت میں ان پر کوئی متعین جرم باقاعدہ طور پر ثابت نہ ہو۔ تاکہ معاشرے کو اُن کے ضرر سے محفوظ کیا جاسکے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں بھی اگر یہ شرط رکھی جائے کہ جب تک ان کے اوپر جرم ثابت نہ ہو جائے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی تو یہ اکثر صورتوں میں بچ نکلیں گے، کیونکہ یہ لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں اور صفائی کے ساتھ جرم کرتے ہیں اور اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے۔ معروف قانونی طریقے کے مطابق ان کے خلاف متعین جرم ثابت کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا معاشرہ کو ان کے ضررِ عام سے بچانے کے لیے ان کو قید کیا جاسکتا ہے۔[32]

---

27 ابن نجیم، الاشباہ، ص: ۷۳

28 ابن نجیم، الاشباہ، ص: ۷۵

29 ایضاً

30 ایضاً

31 الزرقاء، مصطفیٰ احمد، المدخل الفقھی العام، (دمشق: دار القلم، ۲۰۰۴ء) ج ۲، ص: ۹۹۱

32 الزرقاء، المدخل الفقھی العام، ج ۲، ص: ۹۹۲

7۔ اگر بائع ایسی چیز فروخت کرتا ہے جو جلد خراب ہو جاتی ہے، جیسے پھل وغیرہ اور مشتری چیز خریدنے کے بعد مبیع پر قبضہ بھی نہیں کرتا اور ثمن ادا کیے بغیر غائب ہو جاتا ہے تو بائع کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بیع کو فسخ کر دے اور کسی دوسرے آدمی کو یہ چیز بیچ دے تاکہ وہ ضرر سے محفوظ رہے۔[33]

8۔ اگر کوئی شخص یا ایک گروہ غلہ و اناج کی ذخیرہ اندوزی کر لیتا ہے اور وہ اسے فروخت کرنے پر راضی نہیں اور عوام کو اس کی ضرورت ہو تو حکومت اسے غلہ فروخت کرنے پر مجبور کر سکتی ہے تاکہ لوگوں کو ضررِ عام سے بچایا جا سکے۔[34]

9۔ اگر کپڑا مارکیٹ میں دو کانوں کے درمیان میں کوئی شخص تنور لگانا چاہے تو اسے روک دیا جائے گا تاکہ دوسروں کو آگ اور دھوئیں کے ضرر سے بچایا جا سکے۔[35]

10۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی کسی ضرورت کے تحت دوسرے کی دیوار گرا دے اور اگر یہ دوسرے کی دیوار گرا دے تو دوسرے شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اس پہلے شخص کی جا کر دیوار گرا دے بلکہ وہ عدالت کی طرف رجوع کرے اور عدالت اس کے نقصان کی تلافی کے لیے دیوار گرانے والے شخص پر ہرجانہ عائد کرے گی۔[36]

11۔ جاہل طبیب پر پابندی لگائی جائے گی۔ اسی طرح ماجن مفتی جو لوگوں کو حیلے سکھائے، اس کے فتوی دینے پر بھی پابندی لگائی جائے گی، حالانکہ یہ آزاد عاقل، بالغ ہیں، لیکن پھر بھی اِن پر پابندی لگائی جائے گی تاکہ لوگوں کو ضررِ عام سے بچایا جا سکے۔[37]

12۔ ایک شخص کا بالاخانہ ہے اور زمینی منزل دوسرے آدمی کی ملکیت ہے، تو ان میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی ملکیت میں کوئی ایسا تصرف کرے جس سے دوسرے کو ضرر ہو۔[38]

13۔ زیر بحث قاعدہ کی شرح میں یہ بات گزر چکی ہے کہ فقہا فرماتے ہیں وقوعِ ضرر سے پہلے ممکنہ احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں گی تاکہ ضرر کا سدِ باب ہو اور اگر ضرر واقع ہو جائے تو اس کے ازالے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے جائیں گے تاکہ اس کے اثرات ختم ہوں اور آئندہ وقوع کا خطرہ بھی نہ رہے۔

---

33 شامی، ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، (مصر: مصطفی البابی الحلبی، ۱۹۶۶ء)، ص: ۲۴

34 ابن نجیم، الاشباہ، ص: ۷۵

35 ایضاً

36 سلیم رستم باز، شرح مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادہ ۱۹، ص: ۲۹

37 حموی، غمز عیون الابصار شرح الاشباہ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۵ء)، ج ۱، ص: ۲۸۱

38 حموی، شرح الاشباہ، ج ۱، ص: ۲۸۲

لہٰذا اِس قاعدے کی روشنی میں آج کل جو کروناوائرس کی وبا ہے، اس سے پوری قوم کو بچانے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا شرعی تقاضا ہے اور جو لوگ اس وبا میں مبتلا ہو جائیں ان کا علاج کرنا اور اگر علاج سے فائدہ نہ ہو پھر بھی علاج جاری رکھنا اس قاعدے کا تقاضا ہے۔

زیر بحث قاعدہ سے متفرع ہونے والے قواعد

قاعدہ 'الضرر یزال' سے درج ذیل قواعد متفرع ہوتے ہیں:

۱۔الضرر يدفع بقدر الامكان (جہاں تک ہو سکے ضرر کو دور کیا جائے گا)

اِس قاعدے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ضرر کے وقوع سے پہلے ہی تمام تر میسر وسائل کے ذریعے احتیاط کرنا لازم ہے، جیسا کہ 'مصالح مرسلہ' اور 'سیاست شرعیہ' کا اصول ہے، کیونکہ احتیاط علاج سے بہتر ہے، پھر یہ احتیاط بھی انسانی بساط کی حد تک ہے کیونکہ انسان اپنی استطاعت کے موافق مکلف ہے۔[39]

۲۔الضرار لا يزال بالضرر (ایک ضرر کو دوسرے ضرر کے ذریعے ختم نہیں کیا جائے گا)

یعنی ایک ضرر کو اسی کے مثل ضرر یا اُس سے بڑے ضرر سے ختم نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس سے ادنی سے ختم کیا جائے گا۔ اِس قاعدے کی رو سے چند مسائل کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو اور اس کے پاس کچھ نہ ہو سوائے اُسی طرح کے دوسرے ضرورت مند کے مال کے تو اس کے لیے دوسرے کا مال لینا جائز نہیں، اسی طرح ایک فقیر رشتہ دار کا نفقہ دوسرے فقیر رشتہ دار پر لازم نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اس میں شجر لگائے یا کوئی عمارت بنالی اور ثمن بھی ادا نہیں کیا تھا کہ مفلس ہو گیا تو بائع کو زمین میں رجوع کا حق نہیں، وہ درخت اور عمارت اُسی مفلس کی ہی رہے گی، شوافع کے اظہر قول کے مطابق، کیونکہ اگر زمین واپس لیں اور عمارت اور درختوں کے اکھیڑنے کا کہیں تو اس میں مفلس اور قرض خواہ دونوں کا نقصان ہے۔

۳۔الضرر الاشد يزال بالضرر الاخف (سخت نقصان ہلکے نقصان سے ختم کیا جائے گا)

یہ قاعدہ سابقہ قواعد کے مفہوم مخالف کی تصریح کر رہا ہے، اِس قاعدے کی بنا پر فقیر اقربا کا نفقہ غنی اقربا پر لازم کیا جائے گا، اگرچہ اس صورت میں اغنیا کا بھی ضرر ہے، لیکن فقرا کے ضرر سے ہلکا ہے، کیوں کہ ان کے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں اور اغنیا کے مال میں کچھ کمی آئے گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی مرغی کسی دوسرے آدمی کا کوئی قیمتی موتی نگل لے تو اس موتی کے مالک کو حق حاصل ہے کہ وہ اس مرغی کی قیمت ادا کر کے اپنے قبضہ میں لے لے تاکہ اسے ذبح کر کے اپنا موتی نکال لے۔ اِس قاعدے کی

---

39 ایضاً، ج ۲، ص: ۹۸۱

ایک مثال یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا درخت دوسرے کے گھر کی فضا میں چلا جائے تو وہ آدمی درخت کے اس حصے کو کاٹ سکتا ہے۔

۴۔یختار اهون الشرين (ہلکے شر کو اختیار کیا جائے گا)

۵۔اذا تعارضت مفسدتان روعي اعظمهما ضررا بارتكاب اخفهما (جب دو مفسدے جمع ہو جائیں تو کم نقصان والے کو اختیار کیا جائے گا)

ان قواعد سے درج ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں:

کسی منکر پر سکوت اختیار کرنا جب نکیر کرنے پر نقصان اعظم کے وقوع کا خدشہ ہو۔اسی طرح ظالم حکمران کی اطاعت کا جواز جب اس کے خلاف خروج پر شر عظیم کا خطرہ ہو۔اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص حالت اضطرار میں ہو اور اس کے سامنے مردار بھی ہو اور مال غیر بھی ہو تو وہ مردار کھا سکتا ہے۔[40]

۶۔يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام (ضرر عام کو ختم کرنے کے لیے ضرر خاص برداشت کر لیا جائے گا)

اس قاعدے کے درج ذیل امثلہ ہیں:

ا۔ قاضی ذخیرہ اندوزی کا مال جبراً بیچ سکتا ہے تاکہ ضررِ عام ختم ہو۔ ۲۔اگر کہیں آگ لگ جائے تو قریب والے گھر منہدم کیے جا سکتے ہیں تاکہ آگ سرایت نہ کر جائے۔[41]

۷۔اذا اجتمع ضرران أسقط الاصغر الاكبر (جب دو ضرر جمع ہو جائیں تو ضرر اصغر، ضرر اکبر کو ساقط کر دے گا)

اِس اصول کی درج ذیل مثالیں ہیں:

ا۔ذخیرہ اندوز کو مال فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ ۲۔اگر مسجد تنگ ہو جائے تو ہمسائے سے زبردستی زمین بعوض قیمت لی جائے گی، راستہ یا کھال سیلاب کی وجہ سے خراب ہو جائیں تو ساتھ والی زمین سے بالقیمت راستہ یا کھال نکالا جائے گا، اور اگر کوئی پیاسا ہو یا اس کا کھیت خشک ہو رہا ہو تو قیمت ادا کر کے جبراً پانی خریدا جائے گا۔

۸۔درء المفاسد اولى من جلب المنافع (مفاسد کو ختم کرنا منافع حاصل کرنے پر مقدم ہے)۔

یعنی جب مفسدہ اور مصلحت جمع ہو جائیں تو دفع مفسدہ عام طور پر مقدم ہو گا، کیونکہ شریعت مامورات کی بجائے منہیات کی طرف زیادہ توجہ کرتی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں اس سے رک جاؤ اور جب کسی

---

40 ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۸۹

41 ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۸۷

بات کا حکم دوں اپنی وسعت کے مطابق اُس پر عمل کر لیا کرو۔[42] لہٰذا دفعِ مشقت کے لیے ترکِ واجب تو جائز ہے لیکن منہیات کے ارتکاب کی اجازت نہیں ہے، خصوصاً گناہ کبیرہ کی۔[43]

اِس قاعدے کی چند مثالیں ذیل میں ہیں:

۱۔ شراب اور نشہ آور اشیا کی تجارت ممنوع ہو گی، اگرچہ اس میں اقتصادی فوائد و نفع ہو۔ ۲۔ گھر کے مالک کو ایسی طرف سے کھڑکی کھولنے سے منع کیا جائے گا جس سے دوسرے گھر کے زنان خانہ پر نظر پڑتی ہو۔ ۳۔ اسی طرح ہر مالک کو کسی بھی ایسے تصرف سے منع کیا جائے گا جس سے ہمسائے کو تکلیف ہو، جیسے گھر میں عرقیات نکالنے کی جگہ جس کی بو سے ہمسایوں کو تکلیف ہو یا مٹھائیاں وغیرہ پکانے کے لیے کچن بنانا جس کے دھوئیں سے ہمسایوں کو تکلیف ہو۔[44]

۹۔ اذا تعارض المانع والمقتضي يقدم المانع (جب مانع اور مقتضی باہم ٹکرا رہے ہوں تو مانع مقدم ہو گا)

یعنی اگر کسی عمل یا چیز کے نقصانات بھی ہوں جن کے باعث وہ ممنوع قرار پائے اور کچھ اس کے جواز کے محرک بھی موجود ہوں تو ممانعت کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ دفع مفاسد جلب منافع پر مقدم ہے۔ اِس قاعدے کی بنیاد پر درج ذیل احکام ہیں:

مشترکہ مال میں ہر شریک کو ایسے تصرف سے منع کیا جائے گا جس سے دوسرے شریک کا نقصان ہو۔ کیونکہ دوسرے شریک کا حق مانع ہے اور اس کا حق تصرف مقتضی جواز ہے تو مانع کو مقدم کیا جائے گا۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے کہ یہ قاعدہ اُس وقت معتبر ہے جب مقتضی مانع سے اعظم نہ ہو، کیونکہ اگر مقتضی اعظم ہو تو اس مقتضی کو ہی ترجیح دی جائے گی، کیوں کہ بہت کم ایسے اُمور ہوتے ہیں جو ہر طرح کے مانع سے خالی ہوں، اور اوامر شرعیہ اور منہیات شرعیہ میں ضدین میں سے کسی ایک کا غلبہ معتبر ہوتا ہے۔ خیر غالب ہو تو جواز اور اگر شر غالب ہو تو ممانعت ہوتی ہے۔

۱۰۔ القديم يترك على قدمه (قدیم کو اس کے قدامت پر ہی رکھا جائے گا)

یہ قاعدہ ایک عظیم الشان قاعدہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کس فکر مندی کے ساتھ حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ اِس قاعدے میں قدیم سے مراد یہ ہے کہ اس کی ابتدائی حالت کو کوئی جاننے والا نہ ہو، یا بوقت تنازع اس کی ابتدا جاننے والا نہ ہو۔ اور قدیم کو قدامت پر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ کسی بھی چیز کو اس کی اصلی حالت پر باقی رکھا جائے، کیونکہ مسلمانوں کے

---

42 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

43 ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۹۰

44 مصطفیٰ الزرقاء، المدخل الفقهی العام، ج ۲، ص: ۹۸۵

بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ اس چیز کا آغاز کسی شرعی بنیاد پر شروع کیا ہوگا۔[45]

لہٰذا متنازع چیز کو بغیر کسی تبدیلی یا کمی زیادتی کے اُس کی اصلی حالت پر برقرار رکھا جائے گا، کیونکہ ہمارے پاس کوئی جواز کا بہانہ نہیں، ایک ثابت شدہ چیز کو اس کی اساس سے ہٹادیا جائے، چنانچہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

وليس للامام ان يخرج شيئا من يد احد الا بحق ثابت معروف۔[46]

''امام کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی چیز کو کسی کے قبضے سے نکال دے سوائے معروف اور ثابت حق کی بنیاد پر''

پس اگر قدیم سے کسی کا پرنالہ دوسرے کے گھر میں ہو یا پانی کی گزرگاہ دوسرے کی زمین سے ہو یا گزرنے کا راستہ دوسرے کی زمین میں سے ہو یا اس کا شہتیر دوسرے کی دیوار پر رکھا ہو، اور وہ مالک ان چیزوں کو ختم کرنا چاہے تو اسے ختم کرنے کا حق نہیں ہے، اگرچہ ان امور کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو، کیونکہ اُن کی قدامت اُن کی مشروعیت کی دلیل ہے، ہاں اگر کسی نے دوسرے کی ملک میں کوئی جدید کام کیا ہے اور اس کا آغاز معلوم ہو تو وہ مکلف ہوگا کہ یا تو وہ شرعی جواز کا کوئی سبب بتائے وگرنہ اسے روک دیا جائے گا۔[47]

۱۱۔ الضرر لايكون قديما (ضرر عام قدیم نہیں ہوسکتا)

مطلب یہ ہے کہ اس کی قدامت سے استدلال نہیں کیا جائے گا، دراصل یہ قاعدہ سابقہ قاعدہ کو مقید کرتا ہے کہ مذکورہ قاعدہ میں جن قدیم منافع کی قدامت کے باعث اُن کا احترام کیا جاتا ہے وہ کوئی ایسا ضرر نہ ہو جو شریعت میں اصلاً ممنوع ہو اور اگر ایسا ہو تو اُس کی قدامت کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ اُس کا ازالہ ضروری ہوگا۔ لہٰذا اگر کسی کا پرنالہ عام رہگزر پر ہو یا گندگی گزارنے کا راستہ عام رہگزر سے ہو تو اس کو ختم کردیا جائے گا، چاہے کتنا ہی قدیم کیوں نہ ہو، کیونکہ شریعت کسی کے لیے کسی ایسے حق کو تسلیم نہیں کرتی جو عامۃ الناس کے لیے نقصان دہ ہو۔[48]

---

45 الرملی، خیر الدین بن احمد بن علی الرملی(م:۱۰۸۱ھ)، الفتاوی الخیریۃ، (المطبعۃ العثمانیۃ، ۱۳۱۱ھ)، ج۲، ص: ۲۰۴

46 ابویوسف، الخراج، ص: ۶۵۔۶۶

47 مصطفی الزرقاء، المدخل الفقهی العام، ج، ۲، ص: ۹۸۸

48 ایضاً، ج۲، ص: ۲۸۹

خلاصۂ بحث

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ فقہی قاعدہ ’’الضرر یزال‘‘ انتہائی جامع ترین قاعدہ ہے جو تمام احکامِ شرعیہ میں ملحوظ ہے۔ ضرر کا مفہوم یہ ہے کہ دوسرے شخص کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا۔ اس میں ہر چھوٹا بڑا نقصان شامل ہے۔ نصوصِ شرعیہ نے یہ اصول مقرر کر دیا ہے کہ ’’الضرر یزال‘‘ ضرر کو ختم کیا جائے گا تاکہ ہر انسان کے بنیادی حقوق محفوظ رہیں۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ انسان کے فوائد و مصالح کا بھرپور تحفظ کرتی ہے اور اسے ہر چھوٹے بڑے ضرر سے محفوظ رکھتی ہے اور اس میں یہ بھرپور صلاحیت موجود ہے کہ زمانے کی تیز رفتار ترقی کے باعث نت نئے پیش آنے والے مسائل کا معقول حل پیش کرے۔

OOOOO